بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا منت کے عمرہ کے لیے کسی دوسرے کو بھیجنا جائز ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے منت مانی ہو کہ "میں منت مانتا ہوں کہ اگر فلاں کام ہوگیا تو میں ایک عمرہ کروں گا" اور وہ کام پورا بھی ہوگیا، لیکن مصروفیات اور کچھ سستی کے باعث وہ عمرہ نہ کرسکا، اور اب عُمر کے اس حصے میں آگیا ہے کہ بڑھاپے کے باعث خود عمرہ کرنے سے عاجز ہے، تو کیا ایسی صورت میں اپنی طرف سے کسی دوسرے مسلمان کو عمرہ پر بھیجنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے، تو کیا اس طرح منت پوری ہوجائے گی؟ برائے مہربانی رہنمائی فرمادیں۔

جواب

پوچھی گئی صورت میں اگر صرف دل میں ارادہ نہیں تھا بلکہ زبان سے بھی منت کے الفاظ ادا کیے تھے، تو ایسی حالت میں منت شرعی منعقد ہوچکی کہ عمرہ کی منت، منتِ شرعی ہے۔ لہٰذا جب مطلوبہ کام پورا ہوگیا تو اس وقت عمرہ کی ادائیگی واجب ہوگئی، تاہم اس نے عمرہ ادا نہیں کیا اور اب بڑھاپے کے باعث عمرہ پر جانے کی طاقت بھی نہیں رہی، تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو عمرہ پر بھیجنا جائز ہے، اور اس کے ذریعے منت کا عمرہ ادا ہوجائے گا۔

تفصیل:

عمرے میں نیابت فی نفسہٖ جاری ہوسکتی ہے، کیونکہ حدیثِ پاک میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میرے والد بوڑھے ہیں اور حج و عمرہ کی طاقت نہیں رکھتے، تو نبی کریم رؤوف ورحیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والد کی طرف سے تم حج و عمرہ کرلو۔ نیز فقہائے عظام نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ عمرے میں نیابت جائز ہے، اور جس شخص کی طرف سے عمرہ ادا کیا جائے گا اسی کی جانب سے ادا ہوگا۔

ترمذی، نسائی اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے، واللفظ للترمذی: "عن ابی رزین العقیلی أنه أتى النبی صلی اللہ تعالی علیه و سلم فقال: یارسول اللہ، ان أبی شیخ کبیر لا یستطیع الحج و لا العمرة و لا الظعن، قال: حج عن ابیک و اعتمر۔ هذا حدیث حسن صحیح، و انما ذکرت العمرة عن النبی فی هذا الحدیث ان یعتمر الرجل عن غیره" حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے والد بوڑھے ہیں حج اور عمرے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ ہی سواری پر بیٹھ سکتے ہیں، فرمایا: اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرے کے حوالے سے یہ ذکر کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے عمرہ کرسکتا ہے۔ (سنن الترمذی، ج 03، ص 260، رقم: 930، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی - مصر)

اس حدیث پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں فرمایا: "دل علی جواز النیابۃ" حدیث کے الفاظ، حج و عمرہ میں نائب بنانے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج 5، ص 439، مطبوعہ بیروت)

نیز مذکورہ الفاظ اس بات پر بھی دلیل ہیں کہ حج و عمرہ جس کی جانب سے کیا جائے گا اسی کی جانب سے ادا ہوگا۔ نتائج الافکار میں اسی طرح کی ایک دوسری حدیث کے متعلق فرمایا: "فإنه عليه الصلاة والسلام قال فيه حجي عن أبيك واعتمري فإن ذلك صريح في وقوع القربة عن غير العامل" کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: "اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرو"، اس بات میں صریح ہے کہ یہ قربت عامل کی بجائے جس کی جانب سے کی جارہی ہے اسی کی طرف سے ادا ہوگی۔ (نتائج الافکار، ج 09، ص 98، دار الفکر، بیروت)

عمرے میں نیابت جائز ہے، اس کے متعلق مجموعی طور پر فقہاء اور پھر خاص فقہائے احناف کے موقف کے متعلق موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: "ذهب الفقهاء في الجملة إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير؛ لأن العمرة كالحج تجوز النيابة فيها؛ لأن كلا من الحج والعمرة عبادة بدنية مالية ولهم في ذلك تفصيل: ذهب الحنفية إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير بأمره؛ لأن جوازها بطريق النيابة، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر، فلو أمره أن يعتمر فأحرم بالعمرة واعتمر جاز؛ لأنه فعل ما أمر به" مجموعی طور پر فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ کسی دوسرے کی طرف سے عمرہ ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ عمرہ بھی حج کی طرح ایسی عبادت ہے جس میں نیابت جائز ہے، اس لیے کہ حج اور عمرہ دونوں بدنی اور مالی عبادات ہیں، البتہ اس میں تفصیل ہے۔ فقہِ حنفی کے مطابق دوسرے کی طرف سے عمرہ اسی وقت جائز ہے جبکہ اصل شخص نے عمرہ کرنے کا کہا ہو، کیونکہ نیابت صرف حکم (اجازت) سے ثابت ہوتی ہے، لہٰذا اگر کسی نے کسی کو عمرہ کرنے کا کہا اور اس نے اس کی طرف سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرلیا تو یہ جائز ہوگا، کیونکہ اس نے وہی کام کیا جو اسے سونپا گیا تھا۔ (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، ج 30، ص 328، دار الصفوۃ۔ مصر)

نیز یہ عمرہ جس کی جانب سے کیا جائے گا اسی کی جانب سے ادا ہوگا، اس کے متعلق بہار شریعت میں بحوالہ شامی یوں مذکور ہے: "حج کے لیے کہا تھا اُس نے حج کرنے کے بعد عمرہ کیا یا عمرہ کے لیے کہا تھا اس نے عمرہ کرکے حج کیا، تو اِس میں مخالفت نہ ہوئی اُس کا حج یا عمرہ ادا ہوگیا۔ مگر اپنے حج یا عمرہ کے لیے جو خرچ کیا خود اس کے ذمہ ہے، بھیجنے والے پر نہیں۔" (بہار شریعت، ج 01، ص 1205، مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب رہا یہ مسئلہ کہ چونکہ عمرے کی منت بھی منتِ شرعی ہے، تو کیا اس عمرے میں بھی نیابت جاری ہو سکتی ہے؟ اور اگر ہو سکتی ہے تو کیا یہ مطلقا جائز ہے یا پھر اس میں عجزِ دائم یعنی منت ماننے والے کا خود عمرہ کرنے سے عاجز ہونا اور اس عجز کا موت تک برقرار رہنا شرط ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منت والے عمرے میں بھی نیابت جاری ہو سکتی ہے، تاہم اس کے درست ہونے کے لئے عجزِ دائم شرط ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ فقہائے کرام نے منت والے حج میں بھی نیابت کے درست ہونے کے لئے عجز دائم کی شرط بیان فرمائی ہے اور فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عمرہ حج کی نظیر ہے کہ جس طرح حج بدنی اور مالی عبادات سے مرکب ہے اسی طرح عمرہ بھی ہے۔ عمرے کا بدنی ہونا تو واضح ہے، رہا اس کا مالی ہونا، تو وہ اس اعتبار سے کہ عمرہ کے سنت مؤکدہ ہونے کے لئے استطاعت مالی شرط ہے، نیز دورانِ عمرہ مختلف جنایات کی صورت میں (سوائے ایک آدھ مختلف صورت کے) حج کی جنایات طرح مالی کفارات لازم ہوتے ہیں جو کہ عمرہ کے مالی پہلو کی عکاسی کرتے ہیں جیسا کہ فقہائے کرام نے حج کے مالی ہونے کے حوالے سے بھی یہی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ چند مسائل کے علاوہ عمرہ کے جملہ احکام حج والے ہوتے ہیں، حتی کہ نذر کے حوالے سے تو فقہائے کرام نے حج و عمرہ کو ایک ہی جنس قرار دیا اور فرمایا: چونکہ عمرے کی جنس سے فرض عبادت موجود ہے اور وہ حج کا احرام، طواف و سعی ہے، اس لئے عمرہ کی منت، منت شرعی شمار ہوگی۔ نیز بعض کتب فقہ میں جب حج کا باب شروع کیا جاتا ہے، تو وہاں ابتداءً ہی حج کے تحت عمرہ کو داخل کرتے ہوئے تقسیم کاری یوں بیان کی جاتی ہے کہ حج کی دو قسمیں ہیں، ایک حج اکبر یعنی فرض حج اور دوسرا حج اصغر یعنی عمرہ۔ الغرض فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عمرہ اکثر احکام میں حج والا حکم رکھتا ہے سوائے ان چند مسائل کے کہ جن کا ذکر فقہائے کرام نے فرمایا، لہذا جبکہ خاص اس معاملے میں عمرہ کا حج سے مختلف ہونا مذکور نہیں، تو یہاں بھی عمومی احکام کے اعتبار سے حج والا حکم ہوگا۔

عمرے کی منت، منتِ شرعی ہے کہ فرض حج میں اس کے ارکان کی اصل موجود ہے، اس حوالے سے شرح مختصر الطحاوی میں ہے:
”فلو نذر عمرة لزمته، وليس لها أصل في الفرض عند كم؟ قيل له: العمرة هي الإحرام والطواف والسعي، ولها أصل في الفرض، وهو إحرام الحج وطوافه وسعيه“ کوئی شخص عمرے کی منت مانے تو منت لازم ہو جاتی ہے، حالانکہ آپ کے نزدیک اس کی اصل فرض عبادت میں موجود نہیں؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ عمرہ احرام، طواف اور سعی کا نام ہے اور فرض عبادت میں اس کی اصل موجود ہے اور وہ حج کا احرام، طواف اور سعی ہے۔ (شرح مختصر الطحاوی، ج 02، ص 469، دار البشائر الإسلامیۃ)

منت والے حج میں نیابت کے درست ہونے کے لئے عجز دائم شرط ہے۔ چنانچہ درمختار کی عبارت: ”(والمركبة منهما) كحج الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن (بشرط دوام العجز إلى الموت) لانه فرض العمر حتى تلزم الاعادة بزوال العذر“ بدن و مال سے مرکب عبادت جیسے فرض حج، یہ عجز کی صورت میں نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی اس میں نیابت جاری ہو سکتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مرض موت تک برقرار رہے، کیونکہ یہ پوری عمر کا فرض ہے، لہذا اگر آئندہ عذر زائل ہو جاتا ہے تو اعادہ لازم ہوگا۔

کے تحت بحر کے حوالے سے تحفۃ الاخیار اور پھر وہاں سے شامی، طوالع الانوار اور حاشیۃ الطحطاوی میں ہے، واللفظ للشامی: ”قوله (كحج الفرض) اطلقه فشمل الحجة المنذورة كما في البحر، وقيد به نظر الشرط دوام العجز إلى الموت لأن الحج النفل يقبل النيابة من غير اشتراط عجز فضلا عن دوامه“ فرض حج کا اطلاق کیا، لہذا منت والا حج بھی اس کو شامل ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ یہاں

خاص فرض حج کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ آگے موت تک عذر کے برقرار رہنے کی قید لگائی گئی ہے اور یہ قید صرف فرض حج میں معتبر ہے ورنہ نفل حج تو مطلقا نیابت کو قبول کرتا ہے، اس میں عذر کی قید نہیں ہوتی چہ جائیکہ موت تک باقی رہنے کی قید ہو۔ (تحفۃ الاخیار، ق 137، مخطوط)(درمختار مع شامی، ج 02، ص 598، دار الفکر)(طوالع الانوار، ج 04، ق 348، مخطوط)(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، ج 03، ص 707، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شامی کی منت والے حج کے لئے جو عجز دائم کی شرط بیان کی گئی اس کے متعلق موسوعہ کی نص اس سے زیادہ واضح ہے، لہذا وہ بھی ملاحظہ ہو: "فقال الحنفية: حج الفرض يقبل النيابة عند العجز فقط لكن بشرط دوام العجز إلى الموت لأنه فرض العمر حتى تلزم الإعادة بزوال العذر الذي يرجى زواله كالمرض۔ هذا بالنسبة لحجة الإسلام والحجة المنذورة، وأما الحج النفل فيقبل النيابة من غير اشتراط عجز فضلا عن دوامه" احناف نے فرمایا: فرض حج میں نیابت صرف عذر کی صورت میں جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عذر موت تک باقی رہے، کیونکہ حج پوری عمر کا فرض ہے، اس لیے اگر ایسا عذر ہو جس کے زوال کی امید ہو، جیسے بیماری، تو اس کے زائل ہونے پر حج دوبارہ لازم ہوگا۔ یہ حکم حج اسلام اور منت کے حج سے متعلق ہے، جہاں تک نفل حج کا تعلق ہے، تو اس میں نیابت کے لئے عذر سرے سے شرط ہی نہیں، چہ جائیکہ موت تک برقرار رہنے کی قید ہو۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ج 36، ص 364، دار الصفوۃ۔ مصر)

عمرہ حج کی نظیر ہے، چنانچہ المناسک للدبوسی میں عمرہ کا باب شروع کرنے سے پہلے یہ عنوان قائم کیا گیا کہ: "من نظير الحج العمرة" عمرہ حج کی نظیر ہے۔ (کتاب المناسک من الاسرار للدبوسی، ص 554، دار المنار)

کیونکہ حج کی طرح عمرہ بھی مالی پہلو پر مشتمل عبادت ہے کہ اس کے سنت مؤکدہ ہونے کے لئے مالی استطاعت درکار ہوتی ہے، اس کے متعلق مناسک ملا علی قاری میں ہے: "(العمرة سنة مؤكدة لمن استطاع) اي اليها سبيلا بالزاد والراحلة" عمرہ اس شخص کے لئے سنت مؤکدہ ہے جو کہ زادراہ اور سواری کی استطاعت مالی رکھتا ہو۔ (مناسک ملا علی قاری، ص 508، دار الکتب العلمیۃ)

حج کے مالی ہونے کی وجوہات کے متعلق المنتقی فی حل منسک الملتقی، تبیین الحقائق، بحر العمیق اور شفاء العلیل للشامی وغیرہ کتب فقہیہ میں ہے، واللفظ للمنتقی: "الحج فانه مال من حيث شرطية الاستطاعة ووجوب الاجزية بارتكاب المحظورات" حج مالی اس وجہ سے ہے کہ اس میں استطاعت مالی شرط ہے، نیز محظوارت کے ارتکاب کی صورت میں اس میں مالی کفارات بھی لازم ہوتے ہیں۔ (المنتقی فی حل منسک الملتقی، ص 184، مجموعہ نقشجم العلمیۃ)

چند مسائل کے علاوہ بقیہ شرائط و مسائل میں عمرہ کے احکام عام طور پر حج والے ہی ہوتے ہیں، اس کے متعلق مناسک ملا علی قاری میں ہے: "وهي الحجة الصغرى اي بالنسبة الى الحج الاكبر (العمرة سنة مؤكدة لمن استطاع) اي اليها سبيلا بالزاد والراحلة (وشرائط الاستطاعة مامر في الحك) من شرائط وجوبه لان الواجب يلحق الفرض في حق الاحكام وكذا السنة تتبع الفرائض في كثير من الاحكام (واحكام احرامها كاحرام الحج من جميع الوجوه) اي بالنظر الى محظوراته، واما بالنظر الى سائر احكامه فباعتبار اكثرها من سننها وآدابها، ووجوبها من ميقاتها ونحو ذلك (وكذا حكم فرائضها) في الجملة (و

واجباتها وسننها) فی بعضها (ومحرماتها) باسرها (ومفسدها ومکروھاتها واحصارها وجمعها واضافتها ورفضها کحکمها فی الحج) فی غالب احکامها (وھی لا تخالف الحج الا فی امور) یسیرۃ ومجموعها احد عشر" عمرہ حج اکبر کے مقابلے میں حج اصغر کہلاتا ہے اور یہ ہر اس شخص کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے جو زادِراہ اور سواری کے ساتھ اس کی استطاعت رکھتا ہو، اور اس کی استطاعت کی شرائط وہی ہیں جو حج اکبر میں اس کے واجب ہونے کی بیان کی گئی ہیں۔ اگرچہ عمرہ واجب نہیں ہے، لیکن چونکہ جس طرح احکام میں واجب فرض کو لاحق ہوتا ہے، اسی طرح بہت سے مسائل میں سنتیں بھی فرائض کے تابع ہوتی ہیں۔ عمرے کے احرام کے احکام محظورات کے اعتبار سے بالکل حج کے احرام جیسے ہیں، جبکہ دیگر احکام مثلاً سنن، آداب اور میقات سے وجوب وغیرہ کے اعتبار سے اس کے اکثر احکام حج جیسے ہیں۔ اسی طرح عمرہ کے جملہ فرائض، واجبات، بعض سنتیں، تمام ممنوعات، مفسدات، مکروہات، احصار و جمع، اضافہ و رفض احرام کے اکثر احکام حج والے ہیں، اور عمرہ حج سے صرف چند امور میں مختلف ہے جن کی مجموعی تعداد گیارہ بنتی ہے۔ (مناسک ملا علی قادری، ص 508، دار الکتب العلمیۃ)

اسی بات کو علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بھی ذکر کرکے برقرار رکھا، چنانچہ ملاحظہ ہو "قال في اللباب وأحكام إحرامها كإحرام الحج من جميع الوجوه وكذا حكم فرائضها وواجباتها وسننها ومحرماتها ومفسدها ومكروهاتها وإحصارها وجمعها أي بين عمرتين، وإضافتها أي إلى غيرها في النية ورفضها كحكمها في الحج: وهي لا تخالفه إلا في أمور منها أنها ليست بفرض و أنها لا وقت لها معين؛ ولا تفوت وليس فيها وقوف بعرفة ولا مزدلفة ولا رمي فيها ولا جمع أي بين صلاتين ولا خطبة ولا طواف قدوم ولا صدر ولا تجب بدنة بإفسادها ولا بطوافها جنبا أي بل شاة وأن ميقاتها الحل لجميع الناس بخلاف الحج فإن ميقاته للمكي الحرم وانه يقطع التلبية عند الشروع فی طوافها وانه لا مدخل للصدقة بالجنایة فی طوافها اھ۔" اس عبارت کا خلاصہ اوپر والی عبارت میں گزر چکا اس میں صرف ان امور کا اضافہ ہے جن میں عمرہ حج سے مختلف ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) عمرہ فرض نہیں۔ (۲) اس کا کوئی معین وقت نہیں۔ (۳) عمرہ فوت نہیں ہوتا۔ (۴) اس میں وقوف عرفہ و مزدلفہ، رمی، دو نمازوں کا جمع کرنا اور خطبہ نہیں ہوتا۔ (۵) عمرہ میں طواف قدوم نہیں ہوتا۔ (۶) طواف صدر بھی نہیں ہوتا۔ (۷) عمرہ فاسد کرنے کی صورت میں، (۸) اسی طرح جنابت کی حالت میں طواف کرنے سے اس میں بدنہ لازم نہیں ہوتا بلکہ ایک بکری لازم ہوتی ہے۔ (۹) اس کا میقات تمام لوگوں کے لئے حل ہے برخلاف حج کے کہ اس کا میقات مکی کے لئے حرم ہے۔ (۱۰) عمرہ کا طواف شروع کرتے ہوئے تلبیہ پڑھنا ترک کر دیا جاتا ہے۔ (۱۱) عمرہ کے طواف میں جنایت کی صورت میں صدقہ لازم نہیں ہوتا، اھ۔ (شامی، 02، ص 483، دار الفکر)

تحفۃ الفقہاء میں فرمایا: "وما ذكرنا من الشرائط في الحج فشرط في العمرة" ہم نے حج کی جو شرائط بیان کی ہیں وہی عمرہ کی بھی شرائط ہیں۔ (تحفۃ الفقہاء، ج 01، ص 392، دار الکتب العلمیۃ، بیروت - لبنان)

خاص نذر کے معاملے میں حج و عمرہ کو ایک ہی جنس شمار کیا گیا، اس کا جزئیہ مختصر الطحاوی کے حوالے سے اوپر گزرا۔

النتف فی الفتاوی میں حج کا باب شروع کرتے ہوئے ابتداءً ہی حج کی تقسیم کاری یوں بیان فرمائی : "اعلم ان الحج علی وجھین: الحج الاکبر والحج الاصغر فأما الحج الاکبر فھو حجۃ الاسلام واما الاصغر فھو العمرۃ" **جان لو کہ حج کی دو قسمیں ہیں، ایک حج اکبر یعنی حجۃ الاسلام جبکہ دوسرا حج اصغر یعنی عمرہ۔ (النتف فی الفتاوی، ج 01، ص 200-201، مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت)**

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب : مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر : HAB-0707

تاریخ اجراء : 23 رجب المرجب 1447ھ/13 جنوری 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net